مریم شیراز

ناولٹ

رشتوں کی ڈور

شہر کی مشہور کالونی کے سادہ و عام طرزِ تعمیر کے حامل وقار ولا میں غم کی چار سالہ آندھی کے بعد خوشیوں کے شادیانے بج رہے تھے۔ وقار صاحب کے دوسرے بیٹے ضرار اور پہلوٹھی کی بیٹی نمرین کی شادیاں تھیں۔ گھر کو سادگی سے سجایا گیا تھا، گھر کو بغور دیکھ کر شادی والے گھر کا گمان ہوتا تھا اندر داخل ہونے پر ہلکی ہلکی گہما گہمی بھی نظر آتی تھی۔

فردوس اور وقار کے چہروں پر خوشی اطمینان بن کر جھلک رہی تھی۔ ان کی پانچ اولادیں تھیں۔ نمرین سب سے بڑی تھی اور پھر چار بیٹے تھے۔ ضرار، ضرار، فاخر اور ذاکر۔ وہ بھی عام والدین کی طرح بیٹی کی جلد شادی کے خواہاں تھے مگر قدرت کو کچھ اور منظور تھا ان کی لاکھ کوششوں کے باوجود نمرین کا کہیں رشتہ نہ ہو سکا تھا۔

اس کے لیے شمار رشتے آتے مگر کہیں بات نہ بن پاتی کوئی انہیں پسند نہ آتا تو کسی کو نمرین پسند نہ آتی۔ یوں بات رک جاتی۔ نمرین کی تیزی سے بڑھتی عمر انہیں پریشان کیے رکھتی۔ آخر تھک ہار کر انہوں نے مجبوراً ضرار کی پہلے شادی کر دی۔ زرینہ سلجھی ہوئی صلح جو لڑکی تھی۔ سال گزرنے کا پتا ہی نہ چلا۔ ضرار کے ہاں نہایت خوب صورت اور معصوم سے شیراز نے جنم لیا تھا۔ گھر بھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی۔ ننھا شیراز بمشکل تین ماہ کا ہوا تھا کہ ضرار کا معمولی ایکسیڈنٹ میں انتقال ہو گیا۔ گھر میں کہرام برپا ہو گیا۔ خوشیوں

PRIME URDU NOVELS
PRIME URDU NOVELS
primenovels.blogspot.com
primenovels.blogspot.com

کی جگہ سسکیاں گونجنے لگیں۔ فردوس اور وقار کو نمرین کی ہی فکر کھائے جاتی تھی کہ اب ان پر دوہری افتاد آن پڑی تھی۔ زرینہ عدت پوری ہوتے ہی شیراز کے ہمراہ میکے گئی تو لوٹ کر نہ آئی۔ وقار صاحب نے زرینہ کا رشتہ چھوٹے ذاکر کے لیے مانگا مگر انہوں نے انکار کردیا۔ دراصل ان کی نظر ضرار پر تھی۔ وہ ڈاکٹر تھا اور پرائیویٹ اسپتال میں جاب کرتا تھا۔ وہ شام کو اپنا کلینک بھی چلاتا تھا۔ وقار صاحب بدلتے حالات کے تناظر میں نمرین اور ضرار کا دہرا رشتہ کرنے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ نمرین کا چھوٹی پھپھو نے برسوں پہلے رشتہ مانگا تھا وقار نے انکار کردیا تھا۔ یوں زرینہ لوٹ کر نہ آئی تھی۔ ان لوگوں کا خیال تھا کہ ان کا صاف انکار وقار اور فردوس پر پوتے کی چاہت کا دباؤ بڑھا دے گا اور وہ مان جائیں گے مگر وقار صاحب مجبور و بے بس تھے، نمرین کی تیزی سے بڑھتی عمر انہیں وقت سے پہلے بوڑھا کر رہی تھی۔ فاخر کا گلا خراب تھا اس کے بولنے میں پیدائشی نقص تھا۔ اسی لیے انہوں نے چھوٹے بیٹے کا رشتہ ڈالا تھا وہ بھی بیٹی والے تھے اور دوسروں کی بیٹیوں کے مسائل اور ان کی مجبوریوں کا ادراک رکھتے تھے وہ نہیں چاہتے تھے کہ کوئی دوسرا بیٹی والا ان کی وجہ سے پریشان ہو مگر زرینہ کے گھر والوں نے کوئی احساس و خیال نہ کیا اور وہ اپنے زعم میں رہے مجبوراً وقار صاحب کو انکار کرنا پڑا تھا۔

گھر میں ویرانی اور اداسی نے ڈیرے ڈال دیئے تھے جو چار سال بعد دور ہوئے تھے۔ نمرین وداع ہو کر سسرال چلی گئی اور وردہ بیاہ کر گھر آ گئی۔

☆.....☆

اسلم صاحب کی فیملی بظاہر ایجوکیٹڈ، ویل آف اور سلجھی ہوئی لگتی تھی۔ ان کے تمام بچے پڑھے لکھے اور برسرِ روزگار تھے۔ گھر میں خوش حالی کا دور دورہ تھا۔ وقار صاحب ان کے ملنے جلنے والوں میں سے تھے، اسلم بھی بیٹی کے لیے پریشان تھے، انہیں کوئی ہائی ایجوکیٹڈ اور بہترین انکم والا داماد چاہیے تھا جو انہیں بالآخر ضرار کی صورت مل گیا تھا۔ انہوں نے بخوشی دوہرے رشتے پر حامی بھر لی تھی۔ وردہ کی عمر بھی تیزی سے بڑھتی جا رہی تھی اور وہ ہنوز کنواری تھی۔ اس کی ہم عمر لڑکیاں دو دو یا تین تین بچوں کی مائیں تھیں۔ انہوں نے بیوی کو راضی کرلیا تھا اور یوں یہ رشتہ طے پایا تھا۔

☆.....☆

"اوہ سوری بھائی۔" ولیمے کے بعد دعوتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ ضرار کی اس کے دوست کے ہاں دعوت تھی۔ وہ نک سک سے تیار ماں کو بتانے کے لیے آ گیا۔ ذاکر چائے کے خالی کپ اٹھائے کمرے سے باہر نکل رہا تھا۔ دونوں کا ٹکراؤ ہوا تو نتیجتاً بقیہ چائے اس کے کپڑوں پر نقش و نگار بنا گئی۔ ذاکر نادم ہو کر سائیڈ پر سو گیا۔ ضرار کو دیر ہو رہی تھی۔ ان کی نعمان کے ہاں دعوت آٹھ بجے تھی اور انہیں وہاں پہنچتے پہنچتے آدھ گھنٹہ لگ جانا تھا۔ وہ پہلے ہی لیٹ تھے اور اب مزید دیر لازمی تھی۔

"تم دیکھ کر نہیں جا سکتے تھے میں تمہیں کب سے کہہ رہی تھی کہ خالی کپ اٹھاؤ۔" فردوس غصے سے بیٹے پر برس پڑیں انہیں ذاکر پر شدید غصہ آیا تھا۔ اس کی وجہ سے ضرار کی تیاری غارت گئی تھی۔ ذاکر ماں کے ساتھ چائے پی کر باتوں میں ایسا مگن ہوا کہ ان کے بار بار کہنے پر بھی اٹھ کر نہ دیا تھا اور اب باقی ماندہ چائے ٹکراؤ کی صورت ضرار کے کپڑوں کو خراب کر گئی تھی۔ ذاکر کی ندامت ماں کی ڈانٹ نے بڑھا دی تھی۔

"اٹس او کے امی! میں چینج کرلیتا ہوں۔" فرار نے برا مانے بغیر نرمی سے ماں کا غصہ اور بھائی کا کندھا دبا کر اس کی ندامت کم کرنا چاہی تھی۔ وہ شرٹ کے بٹن کھولتا پلٹ گیا۔ ذاکر نے کچن کی راہ لینے میں عافیت جانی۔ فردوس بیگم کا غصہ ابھی ٹھنڈا نہ

ہوا تھا۔

☆.....☆

"ارے کیا ہوا؟" ضرار نے کمرے میں داخل ہوتے ہی شرٹ اتار کر صوفے پر رکھی اور وارڈ روب سے نئی شرٹ نکالنے لگا تھا۔ وردہ اس کی پشت پر کھڑی صوفے پر رکھی شرٹ اٹھا کر دونوں ہاتھوں میں پھیلائے بغور جائزہ لے رہی تھی وہ جونہی پلٹا وردہ نے قدرے خفگی و تحیر سے استفسار کیا تھا۔

"ذاکر سے چائے گر گئی۔" ضرار مختصر جواب دے کر بعجلت واش روم میں گھس گیا۔ دس منٹ بعد فریش و تیار ہو کر لوٹا تو وردہ ہنوز منہ پھلائے شرٹ کے ماتم میں غرق تھی۔ یہ شرٹ وردہ نے بے حد چاؤ سے اس کے لیے سلوائی تھی اور اس کا کلر بھی فرار پر بے حد سوٹ کر رہا تھا۔ وردہ کا نازک دل ٹوٹ گیا تھا وہ خاصی افسردہ تھی۔

"وردہ۔" ضرار نے قریب آ کر نرمی سے اس کا کندھا ہلایا تھا۔

"اسے نظر نہیں آیا تھا کیا وہ اندھا تھا۔" وردہ منہ پھٹ و خود پسند تھی۔ بدلحاظی سے پھٹ پڑی اس کا صدمہ کم ہونے کا نام ہی نہ لے رہا تھا۔ ضرار ہکا بکا رہ گیا۔ حقیقتاً دو دن کی بیاہی لڑکی کی بدزبانی نے اسے حیرت زدہ کر دیا تھا۔

"وردہ! اس نے جان بوجھ کر نہیں کیا ہے بس اچانک....." ضرار، بھائی کی صفائی پیش کرنا چاہتا تھا حالانکہ اس سے بیوی کا تند خلق و لہجہ ہضم نہیں ہو رہا تھا۔

"کیا اچانک ہاں اس کی آنکھیں بند تو نہ تھیں۔ اس نے اتنی قیمتی شرٹ خراب کردی۔" وردہ کا شاک کم ہی نہ ہو رہا تھا۔ وہ کچھ سننے اور سمجھنے پر قطعاً آمادہ نہ تھی۔

"کم آن وردہ! کیا ہو گیا ہے تمہیں۔" ضرار کو بھی اس کی بدلحاظی اور فضول غصے پر تاؤ آ گیا۔ گھڑی کی سوئیاں آٹھ بجا رہی تھیں انہیں اس وقت نعمان کے ہاں ہونا چاہیے تھا جب کہ وہ معمولی بات کو بلاوجہ طول دیئے جا رہی تھی۔

"چلیں۔" وردہ تیار ہی تھی اس نے شرٹ غصے سے پٹخی اور باہر نکل گئی اور سارے راستے اس کا موڈ خراب رہا۔ صد شکر کہ ان کے ہاں پہنچ کر اس کا موڈ کافی بہتر ہو گیا تھا۔ ضرار اطمینان و تشکر بھری طویل سانس خارج کرتا نعمان سے ملنے لگا۔

☆.....☆

وہ کمرے میں بری کے دونوں جہازی سائز اٹیچی کیس کھولے اپنی بری کے سوٹ الگ الگ کر رہی تھی۔ اسے جو سوٹ پسند آ رہے تھے وہ انہیں اپنے قریب ترتیب سے رکھ رہی تھی اور جو ناپسند آ رہے تھے وہ انہیں اتنی بے دردی سے بیڈ پر پھینک رہی تھی کہ وہ بند پیکٹ میں سے نکل کر بیڈ پر بکھر رہے تھے۔

"ارے۔" ضرار کمرے میں آیا تو کمرے میں بکھرا اور پھیلا دیکھ کر اس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ اپنے کام میں مگن وردہ نے چونک کر اپنی نگاہ شوہر پر ڈالی اور دوبارہ اپنے کام میں مگن ہو گئی تھی۔ ضرار بیڈ پر پھیلے بکھراوے میں اپنے لیے جگہ بنا کر بیٹھ گیا اور خاموشی سے اس کی سرگرمی نوٹ کرنے لگا۔ وہ اس سے دو روز خفا رہا تھا لیکن وردہ نے شوہر کی خفگی کی رتی بھر پروا نہ کی تھی۔ آخر اسے ہی نمرین کی خاطر ہتھیار ڈالنے پڑے تھے۔ وہ اپنے گھر خوش و خرم تھی۔ ضرار نہیں چاہتا تھا کہ اس کی وجہ سے نمرین کی ازدواجی زندگی ڈسٹرب ہو۔ اس کے لب دھیرے سے بڑبڑائے اس کی بڑبڑاہٹ وردہ کے کانوں تک نہ پہنچ سکی تھی۔

"یہ سوٹ آپ آنٹی کو واپس کردیں۔ مجھے بالکل پسند نہیں آئے ہیں۔ یہ اولڈ فیشن ہیں۔ بھلا آج کل کون اتنے بھاری بھرکم سوٹ پہنتا ہے۔"

فردوس نے بے حد ارمانوں سے بری کے سوٹ

primenovels.blogspot.com
primenovels.blogspot.com

سلوائے تھے۔

"واٹ.....؟" ضرار کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔ وردہ کا ہر نیا رنگ اس کے لیے حیران کن تھا۔ اس نے کہیں نہ دیکھا نہ سنا تھا کہ دلہن اپنی بری واپس کردے۔

"اٹس امپاسیبل۔ تم یہ سوٹ رکھو، امی نے تمہارے لیے اتنے ارمانوں سے بنوائے ہیں۔" ضرار نے نرمی سے اسے سمجھانا چاہا تھا۔ فردوس، زرینہ کی بری واپس آنے پر دنوں روتی رہی تھیں۔ ان کی طبیعت بگڑ گئی تھی۔ گھر کا ماحول الگ سوگوار رہتا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے گھر والے اسی کرب سے دوبارہ گزریں، ضرار نے قطعیت سے انکار کردیا تھا۔ اسے امی کے کرب کا سوچ کر ہونٹ اٹھنے لگے تھے۔

وہ بے رحمی و سنگدلی کی انتہا پر تھی۔ اس کا لہجہ بے لچک اور ٹھوس تھا۔ وہ جھکنے والوں میں سے نہ تھی۔

"وردہ! تم بات سمجھنے کی کوشش کرو۔" ضرار لاچاری کی انتہا پر تھا۔ وہ شادی کے ابتدائی دنوں میں ہی اس سے کوئی لڑائی نہیں چاہتا تھا۔ ورنہ یہ کوئی چھوٹی بات نہ تھی۔

"اگر نمرین تم لوگوں کی بری واپس کرتی تو تمہیں کیسا لگتا؟" ضرار کو ضبط کے باوجود شدید تاؤ آئے جارہا تھا۔ اس نے اسے سمجھانے کے لیے نکتہ اٹھایا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ اس کی بات سن کر اس کا حکم مان لے گی مگر وہ بھی اپنے نام کی ایک تھی اس نے شوہر کی کسی خواہش یا مرضی کو ماننا سیکھا ہی نہ تھا بلکہ وہ تو ضرار کو اپنی مرضی اور خواہش پر چلانا چاہتی تھی۔

"ہونہہ..... ایسا ہو ہی نہیں سکتا تھا ہماری بری ایسی نہیں تھی کہ کوئی انہیں واپس کرنے کا سوچ بھی سکتا۔" وردہ نے تفاخر بھرا ہنکارا بھرتے ہوئے اس کی دلیل کو چٹکیوں میں اڑا دیا۔ اس کا لہجہ و انداز غرور و ناز سے پُر تھا۔ ضرار نے بے بسی سے اپنا سر پکڑ لیا اور وہ لاپروا ہی سے بکھرے سوٹ تہہ کرنے لگی اس کے چہرے پر تفاخر و مان بھرا اطمینان پھیلا تھا۔

اسے شوہر کی رتی بھر پرواہ نہ تھی اس نے شروع دن سے حقیقتاً شوہر کو جوتے کی نوک پر رکھا تھا۔ وہ ڈیڈ سٹہ کا ناجائز فائدہ اٹھا رہی تھی۔ جہاں ضرار احتجاج کرنے لگتا وہیں نرمین کی شامت یقینی تھی۔ ضرار بری طرح پھنسا تھا۔

☆.....☆

کمرے میں موت کا سا سناٹا تھا۔ فردوس کی دبی سسکیاں خاموشی کو چیر رہی تھیں۔ وردہ کی بری کے سوٹ سینٹرل ٹیبل پر دھرے تھے۔ چونکہ شادی چٹ منگنی پٹ بیاہ کے مصداق ہوئی تھی سو انہیں تیاری کا زیادہ ٹائم نہ مل سکا تھا۔ انہوں نے نمرین کے لیے اکیس اور وردہ کے لیے پچیس سوٹ ارجنٹ آرڈر پر بنوائے تھے وردہ نے صرف آٹھ سوٹ رکھے تھے۔

"بس کرو فردوس! تم کیوں خود کو ہلکان کیے جارہی ہو۔" ان کی مسلسل گونجتی سسکیاں بچوں اور وقار کو پریشان کررہی تھیں۔ وردہ کان لپیٹے اپنے کمرے میں بیٹھی ڈھٹائی سے میگزین کی ورق گردانی کررہی تھی اس کا سارا دھیان ادھر تھا مگر اسے کوئی سن گن نہ مل رہی تھی۔ ماحول خاصا گھمبیر تھا، ضرار، فاخرہ اور ذاکر ملول چہرے لیے بے بسی سے ماں کو تکے جارہے تھے۔ وقار نے ماحول پر چھایا تناؤ کم کرنا چاہا تھا۔

"کیا میں بیٹوں کی بریاں واپس لینے کے لیے رہ گئی ہوں، ارے اسے یہ نہیں پہننا تھے تو نہ پہنتی، کسی ملازمہ یا ضرورت مند کو دے دیتی مگر یوں یہ سوٹ تو نہ لوٹاتی۔" فردوس کا غم ہلکا ہی نہ ہو رہا تھا۔ ماحول مزید گھمبیر ہوگیا تھا۔

"فردوس! دیکھو بچے کتنا پریشان ہیں۔" وقار نے فردوس کو احساس دلانا چاہا تھا وہ خود بھی بے حد رنجیدہ تھے۔

"امی! میں اس کی طرف سے معافی مانگتا ہوں۔" ضرار نے ماں کے گرد بازو حمائل کردیے تھے۔ ضرار بے حد شرمندہ تھا۔ وردہ نے اسے اس کے اپنے گھر

والوں کے سامنے نظریں جھکانے پر مجبور کردیا تھا۔

"تو کیوں معافی مانگتا ہے پاگلے۔ بھلا اس میں تیرا کیا قصور۔" فردوس نے تڑپ کر بیٹے کو سینے سے لگالیا۔ وردہ کا شاہانہ اور خود پسندانہ مزاج بخوبی سمجھ گئی تھیں۔ فردوس نے ضرار کا پرملال چہرہ محبت سے چوم لیا۔

☆.....☆

"ضرار! یہ رنگ کس نے پسند کی تھی؟" دونوں کے درمیان کچھ دنوں سے کھنچاؤ چلا آرہا تھا جب کہ دوسری طرف نمرین بالکل خوش باش تھی، یہ بھی وردہ کے گھر والوں کی چال تھی۔ وہ نمرین کو خوش رکھ کر بدلے میں وردہ کی خوشیاں کیش کروا رہے تھے اگر کہیں ضرار ذرا سا بھی الجھتا یا احتجاج کرتا تو نتیجتاً نمرین کو واپس بھیج دیا جاتا۔ ضرار اور اس کے گھر والے وردہ اور اس کی فیملی کی بدنیتی اور بدفطرت بخوبی بھانپ گئے تھے۔ ضرار لیپ ٹاپ پر آفس ورک میں بزی تھا۔ وردہ نے منہ دکھائی میں دی گولڈ رنگ انگلی میں گول گول گھمائی۔

"امی نے۔" دونوں میں کھنچاؤ میں کمی ضرار کی نرمی سے آئی تھی۔ فردوس نے اس کے لیے ہاتھ کی نازک گولڈ رنگ اور ضرار نے اسے اپنی طرف سے گولڈ کا لاکٹ دیا تھا۔ اس نے سر اٹھائے بغیر مختصر جواب دیا۔

"لگتا ہے آنٹی کو آج کل کے فیشن کا نہیں پتا ہے۔ اب یہ ڈیزائن کون پہنتا ہے۔" وردہ نے سفاکانہ تبصرہ کیا اسے کسی کے جذبات کی رتی بھر پرواہ نہ تھی۔ اسے صرف اپنا آپ پیارا تھا۔ وہ اپنے بھائی کے ذریعے نمرین کا جینا محال کردیتی۔ اس کے میکے میں ماں کی چلتی تھی اور اس کا بھائی ماں کی مٹھی میں تھا اور وہ ماں کی بے حد لاڈلی تھی۔ ماں بیٹی کی خاطر کچھ بھی کرسکتی تھی۔ حتیٰ کہ وہ بیٹے کا گھر بھی اجاڑ سکتی تھی۔ ضرار اور اس کے گھر والے بخوبی حالات سمجھ رہے تھے وہ نمرین کو کچھ نہ بتاتے۔ مبادا وہ پریشان ہو یا پھر وہ گھر میں کوئی بات کرے تو معاملہ بگڑ جائے ضرار سبھاؤ سے معاملہ چلانا چاہتا تھا مگر ہر گزرتے دن کے ساتھ جوں جوں وردہ کھل کر سامنے آرہی تھی وہ ضرار کی برداشت و ضبط کا امتحان بنتی جارہی تھی۔

"میری ایک بات کان کھول کر سن لو، میں یہ رنگ انہیں واپس نہیں کروں گا اور نہ ہی یہ چین واپس لوں گا۔" وہ وردہ کے رنگ پہچاننے لگا تھا۔ وہ وردہ کی چین گھماتی انگلیاں دیکھ چکا تھا۔ اسے اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ رنگ کے بعد چین کا ذکر کرے گی اس نے قطعیت بھرے تھوس بے لچک لہجے میں اسے انگلی اٹھا کر باور کروایا۔

"تو واپس کون کررہا ہے یہ دونوں چیزیں۔ میں چاہتی ہوں کہ ان دونوں کو سلامی کے پیسوں کے ساتھ ملا کر دو تولے کا لاکٹ سیٹ بنوالوں۔ آپ نے بری کا زیور جہاں سے بنوایا ہے مجھے وہاں لے چلیے گا یا پھر ڈیزائن کی کاپی گھر لے آئیے گا۔ میں ڈیزائن سلیکٹ کرلوں گی۔" نہ جانے وہ کیا سمجھی تھی۔ وہ شوہر کے غصے و ناراضی سے رتی بھر مرعوب ہوئے بغیر رعونت و تحکم بھرے لہجے میں بولی تھی۔ ضرار بھونچکا رہ گیا۔ اس کا اندازہ غلط نہ تھا۔ وہ وردہ کی ڈھٹائی پر جتنا حیران ہوتا، اتنا کم تھا اس کی شادی کو مہینہ بھر ہونے کو تھا اور وہ ابھی سے میاں پر رعب و حکم چلانے لگی تھی اس نے اپنی شادی کے اولین دنوں کی سحر انگیزی کا بھی خیال نہ کیا تھا۔ ان کی چند روز میں دوبار لڑائی ہوچکی تھی اور دونوں بار ضرار کو ہی ہتھیار ڈالنے پڑے تھے۔ اس نے نہ تو ہار مانی تھی اور نہ ہی شوہر کو منانے کی کوشش کی تھی۔

"پھر آپ کب لارہے ہیں کاپی؟" اسے احساس ہوگیا تھا کہ ضرار شاکڈ ہے۔ ضرار کے لبوں پر جامد سناٹا تھا جسے اس نے چٹکیوں میں اڑا دیا تھا۔ ضرار

primenovels.blogspot.com
primenovels.blogspot.com

بے بسی کی انتہا پر تھا اس کے پاس وردہ کی بات ماننے کے علاوہ کوئی آپشن نہ تھا۔ اسے مہینہ بھر میں وٹہ سٹہ کی شادی پر تشویش ہونے لگی تھی۔ فردوس اور وقار کا خیال تھا کہ وہ بہو کو خوش رکھیں گے تو ان کی بیٹی بھی خوش رہے گی۔ اسی لیے وہ نرمی سے کام لیے جا رہے تھے۔ ضرار بھی بہن کی خاطر نرمی سے کام لیے جا رہا تھا اور یہی بات وردہ کو شہ دیئے ہوئے تھی اور پھر اسی شام ضرار نے ڈیزائن کی کاپی لا کر اسے تھما دی تھی۔ وردہ کے چہرے پر ہلکی سی بھی خفت یا سراسیمگی کا عکس نہ ابھرا تھا وہ سرشاری سے کاپی تھام کر ڈیزائن دیکھنے لگی تھی۔

واشنگ مشین سے سرف کی جھاگ ابل ابل کر باہر آ رہی تھی۔ جھاگ سے فرش پر پھسلن ہوئی جا رہی تھی اور کسی کو پروا ہی نہ تھی۔

''اتنا زیادہ سرف۔'' ضرار اور ذاکر کسی کام سے گھر لوٹے تو ذاکر نے نظر پڑتے ہی بے اختیار کہا۔ فردوس کو شوگر تھی، جھاگ سے ان کے پاؤں میں زخم بن جاتے تھے۔ وہ مشین لگاتیں تو ہر بار ان کے پاؤں کے زخم ٹھیک ہونے میں وقت لیتے تھے۔ انہوں نے کبھی نمرین کو مشین نہ لگانے دی تھی اور ابھی وردہ سے گھر کے کام بھی نہ شروع کروائے تھے۔ ذاکر کو ماں کی فکر ہوئی تو تیزی سے آگے بڑھا۔

''بھابی! آپ سرف کم ڈال لیتیں یہ پھسلن کر رہا ہے۔'' ذاکر بولے بغیر نہ رہ سکا تھا۔ وردہ کے وجود میں ناگواری کی شدید لہر ابھری مگر وہ خاموش رہی۔ اس نے ذاکر پر نگاہِ غلط تک ڈالنا نہ گوارا کیا تھا۔ وہ شادی کے بعد پہلی بار کوئی کام کر رہی تھی۔

''امی کو شوگر ہے جھاگ ان کے پیروں کو زخمی کرتا ہے۔ میں اسی لیے کہہ رہا تھا آپ تھوڑے کپڑے دھو رہی تھیں تو سرف بھی اتنا ہی ڈالتیں۔'' ذاکر اپنی بات کی وضاحت کر کے پلٹ گیا۔ وردہ خاموش رہی، اس کی مسلسل خاموشی اس کی ناگواری ظاہر کر رہی تھی۔

اس کے ماتھے پر بل پڑ چکے تھے۔

''تمہیں کیا ضرورت تھی اس سے بات کرنے کی۔'' فردوس ساری بات سن چکی تھیں وہ ذاکر پر الٹ پڑیں۔ وہ بہو کے بگڑے تیور اور ماتھے کے بل دیکھ چکی تھیں۔ وہ گھر میں بدمزگی نہ چاہتی تھیں وہ اس کا مزاج پہچاننے لگی تھیں۔ وہ یقیناً اب فرار کے کان بھرے گی۔ انہیں نمرین کا خیال ہراساں کرنے لگا تھا۔

''امی! اتنا کچھ گھر میں ہو رہا ہے آپ ڈرنا چھوڑ دیں پلیز۔'' ذاکر کو ماں کی تشویش بری لگی تھی۔ گھر والوں سے وردہ کی منہ دکھائی چینج کروانا مخفی نہ رہا تھا اور سبھی کو شدید قلق پہنچا تھا۔ ذاکر تو غصے سے بھر کر بھابی کو کھری کھری سنانا چاہتا تھا۔ اسے فردوس نے بمشکل سمجھا بجھا کر ٹھنڈا کیا تھا۔ فردوس کا دل مستقبل کے تصور سے ہولتا رہتا تھا۔ ان کے دل میں انجانا سا ڈر بیٹھ گیا تھا۔ وہ آئندہ صورت حال کے لیے خود کو تیار کرنے لگیں۔ ذاکر لاپروا ہی سے ان کے قریب بیٹھ کر پانی پینے لگا تھا۔

☆.....☆

''آپی! آپ شادی کی پکس نہیں لائیں؟'' نرمین شادی کے بعد دوبارہ میکے آئی تھی۔ وہ صبح آ کر شام کو لوٹ جاتی تھی۔ وہ پہلی بار ہفتہ میکے میں رہنے آئی تھی۔ سب ہال روم میں جمع تھے گھر والوں نے ابھی تک نمرین کے ولیمے کی پکس نہ دیکھی تھیں۔ ذاکر نے گلہ کرتے ہوئے صوفے پر رکھا کشن اپنی کہنی کے نیچے دبایا تھا۔

''اوہ..... مجھے یاد ہی نہیں رہا۔ تم وردہ کے موبائل سے دیکھ لو۔'' نمرین پچھلی بار آئی تھی تو اسے ذاکر نے بطورِ خاص تاکید کی تھی پکس لانے کی۔ وہ اپنی ازلی لاپروا ہی میں پھر بھول آئی تھی۔ اس سے بھائی کا خفا خفا سا موڈ نہ سہا گیا تو اسے مشورہ دے ڈالا۔

''یہ تو مجھے خیال ہی نہیں آیا میں ابھی بھابی سے

موبائل لاتا ہوں۔'' ذاکر بچوں کی سی معصومیت بھری خوشی سے کہتا اٹھ گیا۔

''یہ تم کس کا موبائل اٹھا لائے ہو۔'' وہ وردہ کے روم میں گیا تو وہ واش روم میں تھی وہ چند ثانیے انتظار کرتا رہا پھر اس کے نہ آنے پر خود ہی موبائل اٹھا لایا تھا۔ وہ موبائل پر پکس دیکھ رہا تھا کہ فردوس کا دھیان اس کی طرف گیا۔ وہ وردہ کا موبائل پہچان گئی تھیں۔ انہوں نے خفگی سے ذاکر کو جھڑکا تھا۔ فردوس وردہ کے مزاج سے خائف رہتی تھیں۔ انہیں پھر کسی سنگینی کا احساس ستایا تو انہوں نے فوراً بیٹے کو گھرک دیا تھا۔

''امی! کیا ہو گیا ہے۔ اسے دیکھنے دیں خیر ہے۔'' ضرار بیوی کی وجہ سے گھر والوں میں بیٹھتے خفت محسوس کرتا تھا۔ اسی لیے گھر میں کوئی بھی اس کے سامنے کوئی کسی بات کا ذکر نہ کرتا تا کہ وہ شرمندگی اور ٹینشن سے بچا رہے۔ ضرار نے نور آبھائی کی سائیڈ لی۔

''ضرار بیٹا! صاف بات تو یہ ہے کہ مجھے وردہ کا مزاج خائف رکھتا ہے۔ میں مزید کوئی ٹینشن گھر میں نہیں چاہتی ہوں۔'' فردوس نے بیٹے سے موبائل چھین کر ضرار کو تھمایا۔ ذاکر اپنی جگہ خفا بیٹھا رہا۔ اس نے ناراضی سے منہ پھلا کر رخ پھیر لیا۔

''خیریت! گھر میں کون سی کمیشن چل رہی ہے۔'' نمرین حق دق رہ گئی۔ ماں کی بات نے اسے شدید پریشان کر دیا تھا وہ پوچھے بنا نہ رہ سکی تھی۔ اسے گھر والوں نے کبھی کچھ نہ بتایا تھا تا کہ وہ اپنی نئی ازدواجی زندگی میں خوش و خرم رہے۔

''بیٹا! تمہاری ماں کی عادت ہے۔ یہ غصے میں بنا سوچے سمجھے بول جاتی ہے۔'' وقار نے بیوی کو آنکھوں سے خاموش رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے بیٹی کو تسلی دی فردوس چپ کر گئیں۔

''آپ سب مجھ سے کچھ چھپا رہے ہیں۔'' نمرین نے بالکل یقین نہ کیا۔ سب جیسے ایک دوسرے سے نظریں چرا رہے تھے۔ وہ اس سے کچھ چھپا رہے تھے اسے یہی بات زیادہ پریشان کر رہی تھی۔

''ضرار کیا بات ہے؟'' اسے یقین ہو گیا تھا کہ امی ابو اسے کچھ نہ بتائیں گے۔ اسی لیے اس نے ڈائریکٹ ضرار سے استفسار کیا جس کے چہرے پر خفت واضح تھی۔ ضرار چپ تھا اور وہ جواب کی منتظر۔

''میرا موبائل کون لایا ہے اِدھر؟'' اسی اثناء میں وردہ کی کال آ گئی۔ وہ واش روم سے آتے ہی موبائل ڈھونڈ رہی تھی۔ دراصل وہ چھوٹی بہن سے چیٹ کر رہی تھی۔ وہ بیل سن کر تیزی سے آتے ہی خفگی بھرے غصے سے قدرے اونچا بولی تھی۔ سب کی نظریں اس پر جم گئیں جب کہ اس کی متلاشی نظریں موبائل کی کھوج میں تھیں۔

''آپ کم از کم بتا کر ہی لے آتے، میں کب سے ڈھونڈ رہی تھی۔'' جوں ہی اس کی نظر ضرار کے ہاتھ میں موجود موبائل پر پڑی اس نے جھپٹنے کے انداز میں موبائل اٹھایا اور یہ جا وہ جا۔ نمرین کو شدت سے کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا تھا۔ ذاکر کو موبائل لائے ابھی پانچ چھ منٹس بمشکل گزرے ہوں گے اور اس نے ''کب سے'' یوں کہا تھا، جیسے وہ گھنٹہ بھر سے ڈھونڈ رہی ہو۔ یہ بھی مقامِ شکر تھا کہ موبائل ضرار کے ہاتھ میں تھا اگر ذاکر کے پاس ہوتا تو اس کا لہجہ یقیناً درشت ورکھائی بھرا ہوتا۔ کمرے میں جامد سناٹا پھیل گیا اور نمرین صورت حال سمجھنے میں ہلکان ہوئی جا رہی تھی۔

☆.....☆

''امی پلیز! مجھے ساری بات بتائیں، وردہ آپ لوگوں کے ساتھ صحیح تو رہتی ہے نا؟'' اگلے روز صبح مردوں کے کام پر جاتے ہی نمرین نے ماں کو گھیر لیا تھا۔ فردوس نے پہلے تو ٹال مٹول سے کام لینا چاہا مگر آخر کب تک۔ انہیں ہتھیار ڈالنے ہی پڑے اور

primenovels.blogspot.com primenovels.blogspot.com

انہوں نے سب کچھ بیٹی کے سامنے اگل دیا۔ وہ تو اسے پریشانی سے بچانے کے لیے سب کچھ چھپا رہی تھیں مگر وہ چھپانے سے زیادہ پریشان ہو رہی تھی۔

''امی! اتنا سب کچھ ہو گیا اور مجھے کسی نے بتانا تک ضروری نہ سمجھا۔'' نمرین کی آواز دکھ کی انتہا سے پھٹ گئی تھی۔ اسے بخوبی احساس ہو چکا تھا کہ سسرال میں اس کی ساس کا سکہ چلتا تھا اور اس کی ساس کو اپنی دونوں بیٹیاں بے حد پیاری تھیں۔ اپنے بیٹوں سے بھی بڑھ کر انہیں بیٹے صرف کمائی کی حد تک عزیز تھے۔ اس کے حسین مکھڑے پر تفکر کا جال پھیلا تھا۔

''اللہ بہتر کرے گا بیٹا۔'' فردوس نے محبت سے بیٹی کا ماتھا چوم کر اسے تسلی دی تھی۔ نمرین ماں کی آغوش میں سما گئی۔ ماں کی محبت بھری آغوش میں سما کر وقتی طور پر اس کی پریشانی کم ہو گئی۔

☆.....☆

''وردہ بیٹا! تم گاؤن اتار لو، گرمی بہت ہے۔'' اس روز نمرین کا دل چھوٹی پھپھو سے ملنے کو چاہ رہا تھا۔ خالہ اور پھپھو اس سے عمر میں آٹھ سال بڑی تھیں۔ دونوں میں خاصی بے تکلفی بھری دوستی تھی۔ پھپھو نے اس کے میکے آنے کا سنا تو خصوصی طور پر اس کی دعوت کر ڈالی تھی۔ وقار اور ضرار کو آفس میں ضروری کام تھا۔ وہ دونوں نہ جا سکے تھے۔ ان کے ساتھ ذاکر اور فاخر گئے تھے گرمی زوروں پر تھی امی اور نمرین نے جاتے ہی گاؤن اتار دیئے جب کہ وردہ نے نہ اتارا تھا۔ اس کی عادت تھی وہ کہیں جا کر گاؤن نہ اتارتی تھی۔ پھپھو نے اسے دوسری بار کہا تھا مگر وہ سنی ان سنی کر کے بیٹھی رہی تھی۔ نمرین اور فردوس اس کی عجب عادت پر دل میں نادم تھیں۔

''بیٹا! تم گاؤن اتار لو۔'' پھپھو نے بھابی کو آنکھ سے اشارہ کیا تو انہوں نے بہو کو مخاطب کیا۔ پھپھو کو اس کی گرمی لگنے کا احساس ستا رہا تھا۔ اسی لیے وہ چاہتی تھیں کہ وہ ایزی ہو کر بیٹھے۔

''امی!'' اسی لمحے پھپھو زاد اویس نے ماں کو آواز لگائی تو وہ اٹھ کر چلی گئیں۔

''آنٹی! مجھے برقع نہیں اتارنا ہے۔ پلیز آپ مجھے اب دوبارہ نہ کہیے گا۔'' وردہ اپنی مخصوص ہٹ دھرمی اور بدتمیزی سے پھپھو کے جاتے ہی رخ موڑ کر بولی۔ فردوس اپنا سا منہ لے کر رہ گئیں چاروں نفوس کو سانپ سونگھ گیا۔ ذاکر کے سر پر لگی اور پاؤں پر بجھی۔ نمرین الگ متحیر حق دق تھی۔ اس نے ماں کی زبانی وردہ کی بدتمیزیوں اور ہٹ دھرمی کے قصے سنے ضرور تھے مگر اس کا واسطہ پہلی بار پڑا تھا۔

''وردہ! امی اور پھپھو تمہارا خیال کر کے کہہ رہی ہیں اگر تمہیں گرمی میں سڑنے کا شوق ہے تو مت اتارو۔ ہمیں بھلا کیا اعتراض ہوگا۔'' نمرین نے نرمی سے ناگواری جھلکتے لہجے میں اسے ٹوک کر احساس دلانا چاہا تھا کہ یہ ان کا گھر نہیں ہے۔ وہ کسی اور کے گھر مہمان آئے ہوئے ہیں۔

''میری عادت نہیں ہے کہیں جا کر گاؤن اتارنے کی۔'' وردہ نے بھی جواباً نرمی مگر ناگواری سے جواب دیا تھا۔ نمرین نے خاموشی میں بہتری جانی۔ اسی اثناء میں پھپھو کولڈ ڈرنکس لے کر آ گئیں۔ گرم و تلخ ماحول نے یکدم گرمی بڑھا دی تھی۔

☆.....☆

''بھائی! آپ بھابی سے پوچھیں کہ آخر انہیں مسئلہ کیا ہے۔'' نمرین کو انہوں نے واپسی پر اس کے سسرال ڈراپ کر دیا تھا۔ ان کی واپسی قدرے تاخیر سے ہوئی تھی۔ ابو اور ضرار گھر آ چکے تھے۔ ذاکر نے آتے ہی ساری بات بھائی کو بتا دی تھی اس کا غم کم ہونے کا نام ہی نہ لے رہا تھا۔ اسے زیادہ غصہ اس بات پر تھا کہ وردہ نے امی سے بدتمیزی کی تھی اور وہ بھی گھر سے باہر۔ یوں تو بات خاندان میں پھیل سکتی تھی اور اس سے وردہ اور ان کی بدنامی ہو سکتی تھی۔

''ذاکر تم چپ کرو۔ تم بھی کچھ نہ کہنا کل میں خود بات کروں گا اس سے۔'' وقار نے سختی سے ذاکر کو خاموش کروا کر ضرار کو تاکید کی جو نہایت پریشان لگ رہا تھا۔ ضرار کو اس سے یہ توقع نہ تھی اس کی پریشانی فطری تھی۔ اب اسے خود سے زیادہ بہن کی فکر رہنے لگی تھی فردوس کھانا تیار کرنے کے لیے اٹھ گئیں۔

☆.....☆

''السلام علیکم!'' شام کا ملگجا اندھیرا گہرا ہوئے کافی دیر ہو چکی تھی۔ گھر میں اس کا چھوٹا دیور تھا۔ آنٹی اور دردانہ کہیں گئی ہوئی تھیں۔ نعمان اس کے آتے ہی باہر نکل گیا تھا۔ اسے اپنے دوست کے ہاں ضروری کام سے جانا تھا۔ وہ ماں اور بہن کی واپسی کا منتظر تھا اور ان کا دور دور تک کہیں نام و نشان نہ تھا۔ وہ نمرین کے آنے پر کلمہ شکر ادا کرتا فوراً اسے بتا کر گھر سے نکل گیا تھا۔ نمرین اپنے کمرے میں جا کر ستانے لگی۔ تھوڑی دیر بعد اسے آہٹ سنائی دی تو وہ کمرے سے نکل آئی۔ دردانہ آنٹی کو پانی کا گلاس تھما رہی تھی۔ دونوں نے ابھی اپنی چادریں بھی نہ اتاری تھیں۔ نمرین نے آتے ہی جھٹ سلام کیا۔

''وعلیکم السلام!'' آنٹی اور دردانہ نے بیک وقت جواب دیا۔ آنٹی کا لہجہ نرم و خشک جب کہ دردانہ کا لہجہ روکھا اور کرخت تھا۔ سدا کی نرم نمرین کے اندر انجانے خطرے کی گھنٹی زور سے بجی تھی۔ کہیں کچھ گڑبڑ تھی مگر کیا؟ وہ سمجھ نہ سکی تھی وہ اگلے پل خود کو نارمل کرتی آنٹی کے قریب آ بیٹھی۔

''نمرین بیٹا! تم دال چاول پکا لو۔'' وہ مسلسل دردانہ کو فوکس کیے ہوئے تھی آنٹی نے نرمی سے اسے اٹھایا۔ اس نے سسرال میں ہفتہ بھر بعد ہی گھر کے کام کاج شروع کر دیے تھے۔ دردانہ کالج سے آ کر کسی کام کو ہاتھ تک نہ لگاتی تھی۔ وہ وردہ سے چیٹ میں مشغول تھی۔ وردہ اسے آج کی تمام روئیداد بتا رہی تھی۔

''جی آنٹی!'' وہ سعادت مندی سے سر ہلاتی اٹھ گئی۔ اس نے کمرے سے نکلنے سے پہلے ایک چور نگاہ دردانہ پر ڈالی۔ وہ مسلسل چیٹنگ میں محو تھی اور اس کا چہرہ کرخت و سخت تھا۔ اس کے ماتھے پر بل بھی پڑے تھے۔ وہ جونہی باہر نکلی دردانہ آخری میسج کر کے ماں کے قریب آ گئی اور انہیں سرگوشی میں کچھ بتانے لگی تھی۔ ان کے چہرے پر تفکر کا جال پھیلنے لگا۔ ان کا عیار ذہن تیزی سے بیٹی کو بچانے کے لیے تانے بانے بننے لگا۔ انہیں اب وقار صاحب کے وردہ سے بات کرنے سے پہلے کچھ کرنا تھا تاکہ وہ وردہ سے بات نہ کر سکیں ان کا ذہن تیزی سے سوچ کے گھوڑے دوڑا رہا تھا۔ دردانہ بھی سوچ میں گم بیٹھی تھی۔ نمرین اپنے خلاف ہونے والی سازشوں سے بے خبر کھانا پکانے میں مگن تھی۔ ابھی اسے علی کے آنے سے پہلے خود بھی تیار ہونا تھا۔ علی کے آفس سے آنے میں بمشکل گھنٹہ بچا تھا۔

☆.....☆

اس کی آنکھ کھٹکے سے کھلی تھی۔ وہ کھانا کھانے کے بعد کچن کا سارا کام نمٹا کر فارغ ہو کر اپنے کمرے میں آئی تو دس بجنے والے تھے۔ وہ روزانہ کام سمیٹتے سمیٹتے دس بجا دیتی تھی اس کا جسم تھکن سے چور تھا اسے تیار ہونے کا بھی وقت نہ مل سکا تھا۔ وہ ذرا ستانے کو لیٹی تو اس کی آنکھ لگ گئی۔ اس نے گھڑی پر نظر ڈالی، ساڑھے بارہ ہو چکے تھے۔ وہ جھٹکے سے بال سمیٹتی اٹھ بیٹھی۔ وہ تقریباً اڑھائی گھنٹے سوئی تھی اور اسے خبر تک نہ ہوئی تھی۔

''آپ کب آئے؟'' نمرین نے جمائی روکتے ہوئے علی سے پوچھا تھا۔ اسے ابھی بھی نیند کی شدید طلب ہو رہی تھی۔ وہ شام سے مسلسل کاموں میں مگن تھکن سے چور تھی۔

''ابھی۔'' علی آہستگی و بیگانگی سے مختصر جواب دے کر واش روم کی طرف بڑھ گیا۔ نمرین حیران رہ گئی، وہ گیارہ بجے تک کمرے میں آ جاتا تھا۔ وہ سمجھ

primenovels.blogspot.com primenovels.blogspot.com

رہی تھی کہ شاید علی نے اسے آرام کی غرض سے نہیں جگایا تھا اسے تو جلدی آنا چاہیے۔ وہ آج ہی تو لوٹی تھی میکے سے ہفتہ بعد۔

علی نائٹ ڈریس میں ملبوس تھا۔ اس کے دلکش خدوخال والے چہرے پر سرد مہری طاری تھی۔ اسی سرد مہری نے نمرین کو مزید کچھ کہنے سے روک دیا تھا۔ وہ خاموشی سے علی کی نقل و حرکت نوٹ کرنے لگی۔ علی نے لیپ ٹاپ آن کیا اور کام میں بزی ہو گیا۔ یہ بھی ایک طریقہ تھا نمرین کو بولنے پر اکسانے کا۔ ورنہ اسے صبح آفس کے لیے جلدی اٹھنا تھا۔

"تم سو جاؤ۔" وہ مسلسل علی پر نظریں جمائے خاموشی سے نیم دراز تھی۔ اس کی نیند اڑ چکی تھی۔ علی میں اسے دیکھ کر کوئی جذبہ نہ ابھرا تھا۔ وہ نفس انداز میں اسے نظر انداز کیے بزی تھا۔ وہ دراصل اس کے بولنے کا منتظر تھا تاکہ بات شروع کر سکے نمرین خاموش رہی تو ناچار اسے ہی بولنا پڑا تھا۔

"مجھے نیند نہیں آرہی ہے۔" نمرین کے اندر یکدم ڈھیروں سناٹے اتر آئے تھے۔ وہ تو علی کی چاہتوں کی عادی تھی اس سے علی کی بیگانگی برداشت نہ ہو رہی تھی۔ اسے یکدم شدت سے دوبارہ کسی گڑبڑ کا احساس ہونے لگا۔ اس کا دل صاف تھا اس نے کسی کے ساتھ کچھ برا نہ کیا تھا۔ سو وہ سمجھ نہ پائی تھی۔ وہ اب لاکھ چاہ کے بھی اپنے اندر اٹھتے وسوسوں کو نہ جھٹلا پا رہی تھی۔ اس کا دل بری طرح دکھ کر رہ گیا۔

"تمہیں آتے ہی امی اور دردانہ کے پاس تھوڑی دیر بیٹھنا چاہیے تھا۔" وہ مسلسل علی پر نظریں جمائے ہوئے تھی۔ وہ لیپ ٹاپ بند کر کے اس کے قریب آ گیا۔ آخر اس نے وہ بات بھی تو کرنا تھی جس کے لیے اسے ساڑھے بارہ بجے کمرے میں آنا پڑا تھا۔ امی نے اس کے خوب کان بھرے تھے۔ دراصل وہ جانتی تھیں کہ وردہ نے حقیقتاً بدتمیزی کی حد کر دی ہے مگر "میں نہ مانوں" کے مصداق انہیں سارا ملبہ نمرین پر گرانا تھا۔ وہ اسے برا بنا کر اپنی بیٹی کی راہ ہموار کرنا چاہتی تھیں۔

علی نے گفتگو کا آغاز کیا۔ اسے ماں کو ناراض نہیں کرنا تھا۔

"میں جب گھر آئی تو صرف فیضی گھر پر تھا۔ امی اور دردانہ کہیں گئی ہوئی تھیں وہ جب آئیں تو میں ان کے پاس بیٹھی تھی۔" نمرین نے اپنی صفائی دی تھی۔ اسے اپنا وہم حقیقت میں ڈھلتا محسوس ہوا تھا۔ علی کی سرد مہری و خاموشی بلاوجہ نہ تھی۔

"تم تھوڑی دیر بیٹھی تھیں تمہیں زیادہ بیٹھنا چاہیے تھا۔" علی نے اس کی صفائی رد کر دی تھی۔ وہ حیران رہ گئی۔ نہ جانے کیوں اسے اس پل غصہ نہ آیا تھا اور نہ ہی اسے دکھ ہوا تھا۔ اسے صرف حیرانگی ہو رہی تھی۔ شدید ترین حیرانگی۔ اسے ساری بات بتا دی گئی تھی۔ بات سو فیصد سچ تھی وہ تو واقعی تھوڑی دیر بیٹھی تھی پھر اسے آنٹی نے کھانا پکانے کے لیے اٹھا دیا تھا۔ اس کے الفاظ منجمد رہ گئے۔

"نمرین تمہیں یہاں کسی سے کوئی تکلیف یا شکایت ہے؟" علی کے اگلے سوال نے اسے مزید حیران کر دیا۔ اسے بات بتائی ضرور گئی تھی مگر اپنے من چاہے الفاظ اور من پسند پیرائے میں۔

"نہیں۔" اس نے معاملہ فہمی میں ناکام ہو کر ہولے سے گردن نفی میں ہلانے پر اکتفا کیا تھا۔ وہ لاعلم تھی کہ اس کے خلاف بات کو کس حد تک بڑھا چڑھا دیا گیا ہے اور کانوں کا کچا اور ماں کا فرمانبردار علی اس کی کسی بات پر یقین کرنے کو تیار نہیں ہے۔

"پھر تمہارے گھر والوں نے باجی کے ناک میں دم کیوں کر رکھا ہے۔" آج کا سورج اس کے لیے حیرانگیوں کے پہاڑ لیے طلوع ہوا تھا۔ وہ اس بار ماں سے وردہ کے سارے کچے چٹھے سن کر آئی تھی۔ وردہ نے کیسے اس کے میکے والوں سے آتے ہی بیر باندھ لیا تھا جب کہ علی تو یوں بات کر رہا تھا جیسے وہ مظلوم ہو

اور اس کے میکے والے ظالم۔

"آخر بات کیا ہوئی ہے؟" کمرے میں پن ڈراپ سائیلنس تھی۔ نمرین نے معاملہ بگڑنے سے پہلے سنبھالنے کا فیصلہ کر لیا۔ علی کا غصہ و ناراضی بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ اس سے بات کھل کر کرنا چاہتی تھی تاکہ کوئی ابہام نہ رہے اور دلوں میں میل نہ آئے۔

"ذاکر، باجی کے کاموں میں دخل اندازی کرتا ہے کیا اس کا یہ حق بنتا ہے؟ کبھی وہ باجی کا موبائل بلا اجازت اٹھا لیتا ہے کبھی اسے باجی کے زیادہ سرف ڈالنے پر اعتراض ہوتا ہے اور کبھی وہ ضرار کو باجی کے خلاف اکسا کر باجی کا گھر خراب کرتا ہے۔ اگر تمہارا کوئی دیور تمہارے ساتھ ایسا کرے تو تمہیں کیسا لگے گا۔" غصے کی زیادتی سے علی کی آواز کانپ کر رہ گئی۔ نمرین کی حالت کاٹو تو بدن میں لہو نہیں، جیسی تھی اس کی ساری باتیں سچ تھیں مگر آدھے ادھورے سچ وہ اصل حقیقت سے لاعلم اس پر خفگی سے بول رہا تھا۔ نمرین ان کے شاطرپن پر دنگ تھی۔

"علی! ایسا نہیں ہے بات....." نمرین کی مسلسل خاموشی اسے مجرم بنا رہی تھی اس نے حوصلہ مجتمع کر کے بات کرنا چاہی تو علی نے سختی سے اس کی بات کاٹ دی۔

"مجھے صرف یہ بتاؤ کیا میں نے کوئی بات غلط کہی ہے؟" اس کی پہلی دونوں باتیں سچ تھیں ادھورے سچ تیسری بات تو ہوئی ہی آج تھی اور اسے پورا یقین تھا یہ بھی آدھا سچ ہوگی۔ بات اس انداز میں نہیں ہوئی ہو گی جس انداز میں علی کر رہا تھا۔

"آپ کی بات سچ ہے مگر....." نمرین نے دوبارہ اسے حقیقت آشنا کرنا چاہا تھا۔ وہ اسے ساری حقیقت کھل کر بتانا چاہتی تھی تاکہ اس کا نام نہ آئے۔ جیسے آنٹی نے دھڑلے سے ذاکر پر ساری بات ڈال دی تھی وہ اس کے ساتھ بھی ایسا کر سکتی تھیں وہ خوفزدہ ہو گئی تھی۔

"بس بھی کرو نمرین! تم لوگ اپنی غلطی مان لو۔" وہ غصے سے کروٹ بدل کر لیٹ گیا۔ کانوں کے کچے علی نے اس کی کوئی بات نہ سنی تھی اور نہ ہی سنی۔ وہ اپنی جگہ سن رہ گئی۔

☆.....☆

"ہیلو..... ہیلو....."

"نمرین۔" وہ فون پر مسلسل روئے جا رہی تھی۔

علی اس سے سخت خفا تھا۔ وہ علی کے لیے صبح ناشتا بنانے کچن میں آئی تو آنٹی پہلے سے اس کا ناشتا تیار کر رہی تھیں۔ ان کا موڈ خاصا بگڑا ہوا تھا۔ وہ خوفزدہ سی اپنے خول میں سمٹی خاموشی سے ان کا ہاتھ بٹانے لگی علی تیار ہو کر آیا تو وہ ناشتہ ٹیبل پر لگا چکی تھی۔ وہ منہ پھلائے ناشتا کر کے آفس چلا گیا۔ دردانہ کالج جا چکی تھی وہ آنٹی کے ہمراہ گھر میں اکیلی رہ گئی تھی۔ آنٹی کا موڈ سخت آف لگ رہا تھا۔ نمرین اپنے کمرے میں آ گئی۔ اسے موجودہ صورت حال نے سخت پریشان کر دیا تھا، اس نے گھبراہٹ و پریشانی سے گھر فون ملایا۔ ابو نے کال ریسیو کی۔ وہ ان کی آواز سنتے ہی رونے لگی تھی ابو سخت گھبرا گئے۔

"بیٹا بولو تو سہی، کیا ہوا ہے۔" ابو نے گھبرا کر قریب سبزی کاٹتی امی کو فون تھما دیا وہ بھی صبح صبح اس کے فون پر رونے سے سخت متفکر و ہراساں ہو گئی تھیں۔ انہوں نے رات کو وردہ کو کچن کی طرف جاتے دیکھا تھا وہ ہال روم میں سب کی موجودگی نوٹ کر چکی تھی یقیناً اس نے کوئی غلط سلط رپورٹ اپنے گھر والوں کو پہنچائی ہو گی۔ وہ بیٹی کے رونے سے صورت حال کافی حد تک بھانپ چکی تھیں۔

"امی....." اس نے نمی بھرے لہجے میں بہتے آنسوؤں کو کنٹرول کرتے ہوئے دھیرے دھیرے ساری بات بتا دی تھی۔ وقار پریشانی سے بیوی کو دیکھے جا رہے تھے جو وقتاً فوقتاً بیٹی کی بات میں ہوں ہاں ہی کیے جا رہی تھیں۔

primenovels.blogspot.com
primenovels.blogspot.com

"تم کیا بتا رہی ہو اپنی ماں کو، ذرا میرے سامنے بتاؤ، ہم لوگ جھوٹے نہیں ہیں اور نہ ہی ہم نے اپنے بچوں کو جھوٹ سکھایا ہے۔" وردہ کو اس کے فون کی خبر ہو چکی تھی اور یہ بھی کہ وہ رو رہی ہے اس نے اسی وقت ماں کو فون کر کے بتا دیا تھا۔ آنٹی فون رکھتے ہی اس کے کمرے میں غصے سے آتے ہی اونچی آواز میں بولیں۔ ان کی آواز اتنی اونچی تھی کہ دوسری سمت بات کرتی فردوس تک بخوبی پہنچ گئی تھی۔ اس نے گھبرا کر فون بند کر دیا۔

"آنٹی آپ!" وہ گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔ فون اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر کارپٹ پر جا گرا۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔

"تمہیں ہمارے ہاں کوئی تنگی ہے کیا؟" وہ پوری فارم میں آ چکی تھیں۔ نمرین کی گھبراہٹ تو کم ہو گئی تھی مگر ذہن اور زبان ابھی تک ساتھ نہ دے پا رہے تھے۔

"نہیں۔" اس نے سن ہوتے دماغ کے ساتھ بمشکل نفی میں گردن ہلائی۔

"پھر تم لوگوں نے میری بیٹی کا جینا کیوں حرام کر رکھا ہے۔" انہوں نے کڑے تیوروں سے بہو کو سرتاپا گھورا۔

"یہاں کبھی تمہارے کسی دیور نے تمہارے موبائل کو ہاتھ لگایا، کبھی تمہارے کسی کام میں مداخلت کی یا کبھی علی کو تمہارے خلاف اکسایا۔" آنٹی کا لہجہ سخت سے سخت تر ہوتا جا رہا تھا۔ وہ مجرموں کی طرح سر جھکائے چپ سادھے بیٹھی تھی۔ اسے ان کی ساری باتیں سمجھ میں آ رہی تھیں۔ عافیت خاموشی میں تھی۔

"تم لوگوں نے میری بیٹی کا جینا حرام کر رکھا ہے۔ تمہارا بھائی میری بیٹی کو کون سی سونے کی روٹیاں کھلا رہا ہے جو تم سب اس پر ظلم کر رہے ہو۔ ضرار بات بات پر اس سے لڑتا ہے، خفا رہتا ہے۔ علی تم سے پہلی بار خفا ہوا تو تم نے فوراً میکے میں فون کھڑکا دیا۔"

آنٹی نے لمحہ بھر کے توقف کے بعد دوبارہ اپنی زبان کے جوہر دکھانے شروع کر دیئے تھے۔ نمرین بے یقینی و صدمے سے نڈھال گنگ تھی۔ آنٹی کو بیٹی کی سب حرکتوں کا علم تھا اور وہ بیٹی کو سمجھانے کی بجائے داماد کو قصوروار گردانتے ہوئے اس کی کلاس لے رہی تھیں۔ حد تھی ڈھٹائی اور دیدہ دلیری کی۔ وہ اپنی صفائی میں بہت کچھ بولنا چاہتی تھی مگر آنٹی کے غصیلے و پتھریلے چہرے پر نظر پڑتے ہی اس کے الفاظ حلق میں ہی اٹک کر رہ گئے۔

"ہم تو اس گھڑی کو روتے ہیں جب میں نے اپنے ہیرے جیسے دونوں بچوں کا تمہارے ہاں رشتہ کیا۔ مجھے تو لوگ بہت کہتے تھے کہ تم نے کیسے لوگوں میں سر جوڑ لیا ہے مگر میں کہتی تھی کہ نہیں، نمرین اور ضرار بہت اچھے ہیں۔ مجھے اب پتا چلا ہے کہ میں غلط اور وہ لوگ صحیح تھے۔" وہ دگرگوں کیفیت میں آنسوان سے چھپاتی اپنے نڈھال وجود اور شل اعصاب لیے بمشکل بیٹھی تھی۔ آنٹی اس کی کیفیت قطعی نظرانداز کیے اپنی کہہ سن کر یہ جا اور وہ جا۔ وہ آنٹی کو پھپھو کے گھر کا سارا واقعہ سنا کر پوچھنا چاہتی تھی کہ وردہ نے جو کچھ میری ماں کے ساتھ کیا اگر میں وہ سب کچھ آپ کے ساتھ کرتی تو پھر آپ کیا کرتیں۔

☆.....☆

"ضرار! تم جتنی جلد ہو سکے الگ گھر لے لو۔" ضرار آفس جا چکا تھا۔ وقار صاحب نے اسے ارجنٹ بنیادوں پر فوراً کال کر کے گھر بلوایا تھا۔ وہ اسی وقت تو نہ آ سکا مگر شارٹ لیو لے کر آ گیا تھا۔ فردوس نے کال ڈس کنیکٹ ہونے کے بعد وقار کو ساری بات بتا دی تھی وہ تو اسی وقت فون پر سمدھن سے بات کرنا چاہتے تھے مگر فردوس نے سمجھا بجھا کر روک دیا۔ صد شکر کہ اس پل ان کے دماغ میں بیوی کا مشورہ بیٹھ گیا۔ وہ بیٹے کے گھر آنے تک جلے پیر کی بلی کی طرح چکراتے پھرتے رہے۔ وہ اس دوران گاہے بگاہے بہو کے

کمرے کے بند دروازے پر شعلہ بار نگاہ بھی ڈال لیتے۔ انہوں نے بہو کے چاؤ میں اس سے ابھی گھر کے کام بھی شروع نہ کروائے تھے جب کہ نمرین گھر کے سارے کام تنہا کرتی تھی۔ فردوس شوہر کی مزاج آشنا تھیں۔ صد شکر کہ ضرار کے آنے تک وہ خود کو کنٹرول کیے رہے۔ وردہ لاتعلقی سے کمرے میں بند ماں سے باتوں میں مگن ان سے تازہ رپورٹ تفصیلاً سن رہی تھی۔ ضرار چینج کیے بغیر گھبرایا سا باپ کے پاس سیدھا آیا۔

"خیریت ابو جان؟" وہ بھونچکا رہ گیا۔ وہ صبح آفس گیا تو سب کچھ نارمل تھا پھر ان چند گھنٹوں میں ایسا کیا ہو گیا تھا کہ وہ یہ انتہائی اقدام اٹھانے پر مجبور ہو گئے تھے۔ وہ یکدم بے حد بوڑھے لگنے لگے تھے۔ انہیں اکلوتی بیٹی کے دکھ نے توڑ کر رکھ دیا تھا۔

"کیا وردہ نے کچھ کہا ہے؟" ضرار کو خود ہی خیال آیا تو پوچھ بیٹھا۔

"نہیں بیٹا! اس نے کچھ نہیں کہا ہے۔" ضرار کے وجود میں اشتعال کی لہر اٹھنے لگی تھی۔ فردوس نے فوراً مداخلت کر کے اس کا اشتعال کم کرنا چاہا تھا۔

"بیٹا بات یہ ہے کہ....." وقار سے صدمے و غصے سے کچھ بولا نہ جا رہا تھا۔ فردوس نے ہی اسے ساری بات بتائی وہ جوں جوں بات مکمل کر رہی تھیں ضرار کی رنگت متغیر ہوتی جا رہی تھی۔ اسے وردہ نے کہیں کا نہ چھوڑا تھا۔ وہ والدین کے سامنے مارے خفت کے گردن اٹھانے کے قابل نہ رہا تھا۔ شرمندگی و بے بسی سے اس کی آنکھوں میں نمی اکٹھی ہونے لگی۔

کمرے میں جامد سناٹا تھا۔ تینوں نفوس کی موجودگی کے باوجود موت کا سا سناٹا تھا۔

"ضرار!" وقار نے بیٹے کے کندھے پر ہاتھ کا دباؤ ڈالا جیسے وہ اس کا غم سمجھ کر اسے حوصلہ و دلاسہ دے رہے ہوں۔ بعض اوقات انسان بے بسی و دکھ کی اس انتہائی منزل پر ہوتا ہے جہاں الفاظ انسان کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں، وہاں صرف محسوسات کام کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کے دکھ کو صرف سمجھا جا سکتا ہے۔ محسوس کیا جا سکتا ہے لیکن الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ ضرار نے چہرہ اوپر کیا۔ اس کی آنکھوں میں ضبط کی لالی پھیلی تھی۔ اس کے لب دھیرے دھیرے کپکپا رہے تھے۔

"ضرار میرے لعل!" فردوس نے تڑپ کر اسے اپنی ممتا بھری آغوش میں سمیٹ لیا۔ اس کے ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا۔

"امی! مجھے معاف کر دیں۔" وہ اونچا مرد چھوٹے معصوم بچے کی مانند بلک اٹھا تھا۔ فردوس اسے خاموش کروانے کی سعی میں ہلکان ہوئی جا رہی تھیں۔ کمرے کی فضا مغموم ہو گئی۔ وقار کی آنکھوں میں تاسف کی نمی پھیلنے لگی تھی۔

☆.....☆

"مما! آج ہماری ٹیچر نے "حقوق العباد اور رشتہ داروں سے تعلقات" پڑھائے ہیں۔" نو سالہ طلحہ نے وردہ کو لنچ باکس تھمایا۔ وہ اب بیگ کی زپ بند کر رہا تھا۔ وہ اسکول سے ابھی لوٹا تھا اور آتے ہی حسبِ معمول ماں کو اپنے اسکول کی ڈیلی روئیداد سنانے بیٹھ گیا تھا۔ اسے اب اس وقت تک چپ نہ ہونا تھا جب تک وہ پوری روئیداد سنا نہ لیتا۔ وردہ نہایت تحمل سے جواب دینے کی کوشش کرتی تھی لیکن وہ کبھی کبھار اس کے بے تکے سوالات سے عاجز آ کر اسے ڈانٹ کر خاموش کروا دیتی تھی۔

"بھیا! حقوق العباد کیا ہوتے ہیں۔" سات سالہ طٰہٰ نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

طلحہ کلاس ففتھ کا اسٹوڈنٹ تھا جب کہ طٰہٰ کلاس تھری کا۔

"میری ٹیچر کہتی ہیں حقوق العباد بندے کے بندوں پر حقوق و فرائض ہوتے ہیں اور وہ یہ بھی کہتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اپنا حق تو معاف کر دے

primenovels.blogspot.com
primenovels.blogspot.com

گا مگر بندے کا نہیں کرے گا جب تک کہ وہ بندہ خود اپنا حق نہ معاف کرے۔'' طلحہ نے نہایت ذہانت سے ٹیچر کی یادداشت میں محفوظ باتیں چھوٹے بھائی کو بتائیں۔

''اب خاموشی سے کھانا کھاؤ بیٹا۔'' وردہ نے دونوں کو ڈانٹ کر سالن کا ڈونگا خاموشی سے کھانا کھاتے ضرار کی طرف بڑھایا۔

''مما! آپ تو حقوق العباد ادا کرتی ہیں نا، آپ تو بہت اچھی ہیں۔'' ننھی انشال نے بھائیوں کی گفتگو میں حصہ لیا۔ انشال تین سال کی ہو چکی تھی وہ ابھی اسکول نہیں جاتی تھی۔ وردہ کا ہاتھ بری طرح کپکپایا، سالن چھلک کر ٹیبل پر آن گرا۔ اس کی رنگت فق ہو چکی تھی جیسے وہ کوئی چوری کرتے رنگے ہاتھوں پکڑی گئی ہو۔ اس نے ایک چور نگاہ ضرار پر ڈالی۔ وہ تیز چبھتی کاٹ دار نگاہوں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اس کی حالت مزید غیر ہو گئی۔ ضرار نے والدین کے بے حد اصرار اور نمرین کی خوشیوں کی خاطر نہ چاہتے ہوئے بھی الگ گھر لے لیا تھا۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی نہ تھا وردہ کا مزاج اس کے گھر والوں سے بالکل مختلف تھا اس نے شادی کے بعد خود کو سسرال والوں کے رنگ میں نہ ڈھالا تھا۔

''مما کیا ہوا؟'' وقت گزرتا گیا اللہ تعالیٰ نے تین بچے عطا کیے اس نے رفتہ رفتہ سسرال جانا برائے نام کر دیا تھا۔ وہ لوگ بھی نمرین کا آنگن آباد دیکھنا چاہتے تھے سو وہ دل پر جبر کر کے بیٹھ گئے۔

''ہوں..... ہاں..... کچھ نہیں۔'' وہ خیالوں سے گھبرا کر بری طرح چونکی اس نے بچوں اور ضرار پر اچٹتی نگاہ ڈالی۔ بچے اس کی عدم دلچسپی بھانپ کر پریشان و فکر مند تھے۔ ضرار لاپرواہی سے کھانا کھا رہا تھا۔ وہ لنچ بریک میں بچوں کو اسکول سے لے کر آتا اور انہی کے ساتھ لنچ کر کے آفس واپس چلا جاتا پھر اس کی واپسی رات کو آٹھ بجے ہوتی تھی۔

''انشال نے مما کو پریشان کر دیا ہے۔'' بڑے طلحہ نے فوراً اماں کی پریشانی کی وجہ کھوج کر بہن کو ڈانٹا تھا۔ اس سے ماں کی پریشانی دیکھی نہ جا رہی تھی۔

''ارے نہیں بیٹا۔ آپ کھانا کھاؤ میں ٹھیک ہوں۔'' وردہ نے خود کو کمپوز کرتے ہوئے چہرے پر بشاشت طاری کی تھی۔ وہ خود کو بچوں کے سامنے عیاں نہ کرنا چاہتی تھی۔

☆.....☆

رات کی سیاہی دھیرے دھیرے ہولنا کی میں ڈھل رہی تھی۔ سیاہ شب کی سیاہی بہت گہری تھی۔ بالکل انسان کے کیے گناہوں کی طرح اتنی سیاہ کہ انسان چاہ کر بھی اس میں اپنے قبیح گناہ نہ ڈھونڈ پائے اور انسان بھلا اپنے گناہ دیکھنا پسند ہی کہاں کرتا ہے۔ اسے کبھی بھی اپنے گناہوں کا سامنا کرنا یا انہیں دیکھنا پسند نہیں رہا ہے خواہ اسے اپنے کیے گناہوں کا بوجھ تنہا اپنے کندھوں پر جھیلنا پڑے۔

اسے جتنی بھی بھاری قیمت چکانا پڑے سب سہہ لیتا ہے۔ اسے جتنا بڑا نقصان ہو وہ پروا نہیں کرتا۔ اسے بڑے سے بڑا خمیازہ بھی بھگتنا پڑے وہ برداشت کر جاتا ہے۔ صرف اور صرف اپنی انا کے زعم میں۔

وہ بھول جاتا ہے کہ ایک ایسی ذات بھی موجود ہے جو غیب کے سب رازوں اور پردوں سے آشنا ہے اور اسے اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ہمیشہ کے لیے۔ اسے اپنے اعمال کا حساب دینا ہے، وہ زمین پر رہ کر خدا کو بھول جاتا ہے اس خدا کو جس نے اس کی ڈوریں ڈھیلی چھوڑی ہوئی ہیں اور وہ سرکش گھوڑے کی مانند اپنی چالوں کے جال میں سرپٹ بھاگتا رہتا ہے۔

بلاشبہ انسان خسارے میں ہے وہ گھاٹے میں بعض اوقات ایسا سودا کر لیتا ہے کہ اسے اپنی باقی ماندہ زندگی کی تمام خوشیاں رہن رکھنا پڑ جاتی ہیں۔ سیاہ رات کی ہولناکی اور سیاہی دھیرے دھیرے سرکش

انسان کے گناہوں کی مانند بڑھ رہی تھی۔

وردہ ضمیر کی عدالت میں موجود اپنی سرکشی اور گناہوں کے کوڑے سہہ رہی تھی۔ اس بوجھ تلے اس سے سانس تک لینا محال تھا۔ آج بچوں نے انجانے میں اسے ضمیر کی عدالت میں دھکیل کر حقیقت کا آئینہ دکھا دیا تھا۔

وہ ضمیر کے زوردار چابک سہنے کو تنہا تھی وہ نہ تو بہن سے چیٹ کر سکتی تھی اور نہ ہی ماں کو کچھ بتا سکتی تھی۔ یہ چبھن اسے تنہا سہنا تھی۔ آخری غلطی و زیادتی بھی تو اسی کی تھی۔ والدین کے لیے اس سے کڑا امتحان اور کوئی نہیں ہو سکتا کہ انہیں اپنے کردہ زیادتیوں و گناہوں کے لیے اپنی اولاد کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے۔

''آج بچے چھوٹے ہیں کل کو بڑے ہو کر ماں کے متعلق کیا سوچیں گے۔'' کرب ناک سوچیں اسے جینے نہ دے رہی تھیں۔ اس نے بے ساختہ بلبلا کر تیز جھرجھری لی۔ وہ اس تصور سے ہی کانپ گئی تھی کہ اسے اپنی اولاد کے سامنے ذلیل ہونا پڑے۔

''مما آپ تو حقوق العباد پورے کرتی ہیں نا۔ آپ تو بہت اچھی ہیں۔''

اس کے ذہن میں انشال کی پراعتماد آواز گونجی تو آنسو تیزی سے اس کا گریبان بھگونے لگے۔ وہ ضمیر کی عدالت میں تنہا تھی اور اسے یہ بار تنہا ہی جھیلنا تھا۔

نمرین اور علی میں طویل عرصے جھڑپ رہی تھی۔ معاملہ وردہ کی خوشیوں سے منسلک کر دیا گیا تھا اور وردہ سخت و سنگدل بن گئی تھی اس نے تو اپنے ماں جائے کی خوشیاں نگل لی تھیں۔ نمرین تو پھر غیر تھی علی مسلسل ذہنی اذیت سے ہمکنار رہنے لگا تھا۔ اس کا دل نمرین کے لیے جھکتا تو وردہ اور امی کوئی نہ کوئی ایسی بات کر دیتیں کہ وہ والدین کی نافرمانی سے ڈر جاتا۔ نمرین تنہا سب کچھ اپنی جان پر سہہ رہی تھی۔

''وردہ.....'' ضرار نے پیچھے سے اسے ہولے سے پکارا۔ اس کی آنکھ کھلی تو وردہ سوچوں میں غرق تھی۔ اذیت اس کے چہرے پر واضح تھی۔ ضرار اور وردہ کے بیچ میں ایک واضح سرد مہری رہنے لگی تھی جسے وردہ نے اپنی رعونت میں نظر انداز کر دیا تھا۔ اس کی گھر میں مکمل حکومت تھی۔ ضرار اس کے کسی معاملے میں دخل نہ دیتا تھا، اس نے کبھی ضرار کو اپنے معاملات میں شامل کرنے کی ضرورت بھی محسوس نہ کی تھی۔ وردہ نے پلٹ کر ضرار کو دیکھا وہ اسے شادی کے اولین دنوں جیسا لگا۔ اس کا لہجہ محبت و نرمی لیے ہوئے تھا اور آنکھوں میں محبت کی جوت تھی وہ اس کی کیفیت خوب سمجھ رہا تھا۔

''ضرار! میں غلط تھی مجھے معاف کر دیں۔'' بڑا اپنی غلطی مان لینے میں تھا۔ اس سے ضمیر کی چبھن بھی کم ہو جاتی۔ وہ بلکتے ہوئے ضرار کے سینے سے آ لگی تھی۔ اسے اپنی غلطیوں کی بہت سے لوگوں سے معافی مانگنا تھی اور وہ ایسا کرنے کو تیار تھی۔ اسے گناہوں کا بار سہنا مشکل ہو رہا تھا۔ ضرار نے اسے اپنی محبت بھری آغوش میں سمیٹ لیا۔

''اُف او کے وردہ! انسان کو اپنے گناہوں کا احساس ہو جائے، یہی بہت ہے۔ تمہیں اپنی غلطیوں کا احساس ہو چکا ہے میں تم سے خفا نہیں ہوں۔'' ضرار کا ظرف اعلیٰ تھا۔ اس نے بیوی کی تمام کوتاہیوں کو معاف کر دیا تھا وردہ کے آنسوؤں میں تیزی آ گئی تھی۔ اس کا رواں رواں تشکر سے لبریز تھا۔ اس کا دل بارگاہِ الٰہی میں سجدہ ریز تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اتنا بہترین ہمسفر عطا کیا تھا جس نے بہن کی تکلیفوں کو فراموش کر کے اسے تہہ دل سے معاف کر دیا تھا، اسے ابھی باقی لوگوں سے بھی معافی مانگنا تھی۔ اسے یقین تھا کہ وہ بھی اسے کھلے دل سے معاف کر دیں گے وہ طمانیت سے اپنے ضمیر کی عدالت میں سرخرو ہو کر مسکرا دی۔

.....☆.....

primenovels.blogspot.com
primenovels.blogspot.com